General Stock Register

ھٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ

کیا

اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے

قاضی حاجی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری کا

ایک لیکچر

جس کو شیخ ہدایت اللہ صاحب ضلعدار مینجر دفتر

رحمۃ للعالمین۔ ریاست پٹیالہ نے

بار سوم۔ تعداد جلد ایک ہزار قیمت ۴ر

AhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وسلام علے المرسلین۔ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد النبی الامی المؤید بالایات المبین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین *

امابعد۔ یہ رسالہ دراصل ایک لکچر ہے۔ جو میں نے انجمن نعمانیہ لاہور کے سالانہ جلسہ ۱۸۹۹ء میں دیا تھا *

اب احباب نے چاہا کہ اسے علیحدہ شائع کیا جائے۔ امید ہے کہ برادران دین اسے غور سے پڑھینگے۔ اور حق کے متلاشی۔ اور سچے دین کے طالب اس کے مطالب پر تدبر فرمائیں گے۔ والسلام علی من اتبع الہدٰے *

خاکسار

قاضی محمد سلیمان منصورپوری۔ (بھٹنڈہ ریاست پٹیالہ)

۲۷۔ جنوری سنہ ۱۹۱۳ء

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ونصلی علی حبیبہ الکریم۔

معتبر مسلمین۔ رحمکم اللہ۔

اسلام کے معترضین اسلام کی بے نظیر و شاندار ترقیات کو (جو اَلحق یعلو ولا یُعلیٰ کا مصداق ہیں) دیکھکر بسا اوقات کہا کرتے ہیں۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ اس فقرہ کے استعمال سے شائد یہ لوگ خیال کرتے ہونگے۔ کہ اسلام کی صداقت پر کوئی دھبا لگا سکیں گے۔ لیکن قبل ازاں کہ فقرہ مذکور کا کوئی اثر اسلام تک پہونچے:۔

قائل کی نسبت ہر ایک واقف شخص امور مندرجہ ذیل کا فیصلہ کرسکے گا:۔

(۱) وہ تاریخ اسلام سے ناآگاہ ہے:۔

(۲) جن اسباب سے قومی اقبال و ادبار وابستہ ہوتے ہیں اور جن وجوہ پر ترقی و تنزل اقوام کا مقیاس الحرارت کم و بیش ہوتا رہتا ہے ان سے بے خبر ہے:۔

(۳) وہ نہیں جانتا کہ صداقت میں کیسی اعلیٰ طاقت ہے۔ اور اس کے پرزور ہاتھ وسعت پذیری و کشور کشائی میں کیسے طاق ہیں:۔

ہم ایسے شخص کو جو اسلام پر ایک اعتراض کرنے سے خود ہی اعتراضات چند در چند کا مورد اور محققین کا نشانہ ملامت بن گیا ہو قابل نفرت نہیں بلکہ قابل ترحم خیال کرتے ہیں:۔

واقعات اُس کے اعتراض کی لغویت کو خود ثابت کردیں گے اس بارہ میں بعض مصنف عیسائیوں نے بھی قلم فرسائی کی ہے۔ اور اپنی سلیم الطبعی کا ثبوت دیا ہے:۔

گاڈفرے ہیگنس اپنی کتاب کے (فقرہ ۵-۱۵۲) میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ جب پادری اور عیسائی بیان کرتے ہیں۔ کہ محمد کے مسائل کی کامیابی صرف بوجہ شمشیر ہوئی ہے۔ تو ظاہرا وہ علت کو بجائے معلول کے استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ تلوار چلانے کی علت ہاتھ کی حرکت ہے۔ اور ہاتھ کی حرکت کا باعث ذہنی حرارت ہے۔ اور ذہنی حرارت کا موجب وہ پختہ اعتقاد ہے۔ جو آنحضرت صلعم کے مسائل کی صداقت پر ان لوگوں کو تھا:۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا ایک مضمون نگار لکھتا ہے کہ تلوار تو ابتدا ہی سے آنحضرت کے طاقت میں نہ تھی:۔

AsliAhleSunnet.com

مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں "یہ خیال کرنا کہ تعلیم قرآنی کی اشاعت صرف بزور شمشیر ہوئی تھی سخت غلطی ہے۔ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرا ہیں۔ وہ سب بلا تامل تسلیم کریں گے۔ کہ دین محمدی مشرقی دنیا کے لئے ایک حقیقی برکت تھا۔ اور اس وجہ سے خاص کر اس کو ان خونریز تدبیروں کی حاجت نہ پڑی ہوگی جس کا استعمال بلا استثنا و بلا امتیاز کے حضرت موسےٰ نے بت پرستی کے نیست و نابود کرنے کے لئے کیا تھا":-

فقرات بالا سے بخوبی واضح ہے۔ کہ جب کسی غیر قوم کے منصف شخص نے اپنی معلومات کو صرف تاریخ سے بڑھایا ہے۔ اور اُس میں عصبیت اور بچپن کے سُنے سُنائے خیالات کو شامل ہونے نہیں دیا ہے۔ تو اُس کو صاف طور پر اقرار کرنا پڑا ہے۔ کہ معترضین نے اشاعت اسلام پر اعتراض کرنے میں صداقت اور واقفیت سے کام نہیں لیا۔ میں اس مضمون میں چند امور پر آپ کی توجہ کو منعطف کرنا چاہتا ہوں:-

اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس برداشت اور تحمل کا خیال کیجیئے۔ جو اشاعت اسلام میں گوناگون مصائب و تکالیف پر فرماتے تھے۔ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل فطرت اور طبیعت کا سچا میلان صاف نظر آئیگا:-

جب سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعظ توحید شروع کیا تھا۔ کل قوم اور جملہ قبائل میں عداوت کی گویا آگ بھڑک اٹھی تھی۔ کوئی راہ چلتے سر مبارک پر مٹی گراتا۔ کوئی در مبارک پر خون و سنڈاس گرا جاتا۔ کوئی پتھر سے جسم نازک کو زخمی کرتا۔ کوئی نماز تہجد کے لئے بیت اللہ جانے کے وقت اندھیری راتوں میں سرِ راہ کانٹے بچھا جاتا:-

سیمیں بدنے کش زگل آزار بود + وز سایۂ سنبل رخش افگار بود۔
بنگر چہ رسد بر دلش از غم کہ رہش + از دست ستمگراں پر از خار بود۔

اہل مکہ کی سنگ دلی سے آزردہ ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت دین حقہ کے لئے قبیلہ بنی بکر بن وائل کی جانب تشریف لے گئے۔ لیکن انہوں نے حضور کو ٹھہرنے تک نہ دیا:-

پھر قبیلہ قحطان میں تشریف لے گئے۔ اُنہوں نے پہلے تو ٹھہرنے کی اجازت دی۔ مگر پھر وہاں سے چلے جانے پر مجبور کیا۔ پھر ثقیف میں ایک ماہ تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رہے وہاں کے شریروں نے لڑکوں اور غلاموں کو سکھا دیا۔ کہ حضور کو جہاں دیکھ لیا کریں پتھراؤ کریں:-

رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سنگباری سے لاچار ہو کر بیٹھ جاتے تو وہ پتھر مارنے سے

AsliAhleSunnet.com

تھم جاتے۔ جب حضور آگے چلنا چاہتے۔ تو پھر پتھراؤ شروع کر دیتے اور ساتھ ہی قہقہہ بھی لگاتے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سپر بناتے۔ کبھی آگے ہو جاتے۔ کبھی پیچھے۔ کئی دفعہ ان کا سر پتھروں سے گھل گیا:۔

زور اغیار روا ز دیوار سنگ یار مے آید بلائے دردمنداں از در و دیوار مے آید

(کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں۔ کہ مخالفین کے اس قدر ظلم و جور کی برداشت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیچارگی۔ اور درماندگی کی وجہ سے کرتے تھے۔ سب کو معلوم ہے۔ کہ جب ۷ نبوت میں کل قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے قتل پر اتفاق کر کے بنی ہاشم کو اپنے ساتھ متفق ہونے کو کہا تھا۔ تو انہوں نے حقوق قرابت کا لحاظ کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔ اور جب قریش نے بنی ہاشم کے ساتھ اسی رفاقت کی وجہ سے نشست و برخاست داد و ستد۔ رشتہ و ناطہ بند کر دیے۔ تب بھی انہوں نے شعب ابو طالب میں محصور ہو کر قیدیوں جیسے تین سال نبی صلعم کے ساتھ رہ کر پورے کیئے۔ غرض آنحضرت ص کا قبیلہ آنحضرت ص کی رفاقت میں اس قدر مستعد تھا۔ اور بنی ہاشم کے سوا مسلمانوں کی تعداد مزید برآں تھی۔ لیکن تاہم مکہ میں حضور ہر طرح کے ستم و جور کو برداشت فرماتے رہے۔ اور کبھی اپنے قبیلہ یا فرمانبرداروں سے مدافعت کے لیئے ارشاد نہیں فرمایا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کس قدر صلح جو اور ظالموں سے درگذر کرنے والے تھے:۔

وحشی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیارے چچا امیر حمزہ رضؓ (اسد اللہ و رسولہ) کو دھوکے سے مار کر ناک کان وغیرہ کاٹے۔ کلیجہ نکالا۔ پھر بھی جب سامنے آکر معافی کا خواستگار ہوا تو معاف کر دیا:۔

ہبار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیٹی زینب کے نیزہ مارا۔ وہ ہودج سے گر گئیں۔ حمل ساقط ہو گیا۔ اور اسی صدمہ سے کچھ عرصہ بعد وہ مر گئیں۔ جب ہبار نے سامنے آکر عفو کے لیئے التجا کی۔ تو معاف کر دیا:۔

ایک درخت کے نیچے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سو گئے۔ تلوار شاخ سے لٹکا دی۔ ایک دشمن آیا۔ تلوار نکال کر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو گستاخانہ جگایا۔ اور بولا اب کون تم کو بچائیگا فرمایا اللہ۔ وہ شخص ہیبت زدہ ہو کر چکر کھا کر گر پڑا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تلوار اٹھائی فرمایا۔ اب تجھے کون بچا سکتا ہے۔ وہ حیران ہو گیا۔ فرمایا جاؤ۔ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔ بلکہ بتلانے آیا ہوں۔ کہ دشمن پر یوں رحم کیا کرتے ہیں:۔

AsliAhleSunnet.com

خیال فرمایئے۔ کہ جب سگی بیٹی۔ حقیقی چچا۔ اور خاص نفس مبارک کے قاتل کو معاف کر دیا تو اس سے بڑھکر کونسی بات باقی رہ گئی۔ جس سے منکسر المزاجی اور امن پسندی کا اظہار ہو سکتا ہے اس کے بعد آپ ان پاک نہادوں کے حالات پر نظر ڈالیں جنہوں نے سبقت کر کے داعی ربانی کو لبیک کہا تھا:۔

یہ امر صاف اور روشن ہے۔ کہ اجبار و اکراہ سے نفرت و بیزاری پیدا ہوتی ہے اور بیزاری و نفوری سے عداوت کی زہر بڑھتی ہے۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لیئے اس بات کو فرض محال کے طور پر تسلیم بھی کر لیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا تھا۔ تو خیال کرو۔ کہ اس کا نتیجہ کیا ہونا چاہیئے تھا؟

اس کا لازمی اور ضروری نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ وہ سب لوگ جن سے بزور شمشیر کلمہ پڑھوایا گیا تھا اسلام کے لیئے مار آستین کا کام دیتے۔ اور موقع ملنے پر اسلام کو بن و بیخ سے اُکھاڑ پھینکنے میں سعی کرتے۔ لیکن جن لوگوں نے تاریخ اسلام کو پڑھا۔ اور مسلمانوں کے خلوص و صدق کے تاریخی واقعات کو ملاحظہ کیا ہے۔ اُسے نہایت ہی دلفریب چمنستان کا ایک نظارہ دیکھنا نصیب ہوگا:۔

ایک بار حبیب خدا صلے اللہ علیہ آلہ وسلم بیت اللہ میں سر بسجدہ تھے۔ ظالم عقبہ بن ابی معیط نے آکر گردن میں چادر ڈالکر ایسے زور سے لپیٹ دینے شروع کیئے۔ کہ گلوے مبارک گھٹ کر آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔ اللہ اکبر حضور کا استغراق بھی کیسا تھا۔ کہ جو سر مالک کے سامنے جھک چکا تھا۔ اُس میں باوجود اس قدر جسمانی تکلیف کے بھی ذرا ادھر اُدھر جنبش نہ ہوئی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے جنہوں نے اُسے دھکا دیکر ہٹایا۔ اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھکر سنائی اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ۔ کیا تم آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کو اس جرم میں مارتے ہو۔ کہ وہ پروردگار عالم کو اپنا معبود کہتے ہیں۔ اور اپنی سچائی کے لئے تمہارے سامنے بینات (معجزہ و براہین) بھی پیش فرماتے ہیں۔ یہ شقی اور اُس کے اعوان آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چھوڑ کر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چمٹ گئے۔ ایک داڑھی کھینچتا تھا۔ دوسرے نے سر کے بال پکڑ رکھے تھے۔ ایک زدو کوب کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور وہ ان کو نیم مردہ کر کے چلے گئے:۔

صدیق وہ شخص تھے۔ جن کے تاجرانہ تعلقات نہایت وسیع تھے۔ سینکڑوں اشخاص کا ان سے داد و ستد تھا۔ بیسیوں ان کے مقروض تھے۔ باایں ہمہ مذہبی مخالفت کی وجہ سے ایسی مقتدر شخص کی

AsliAhleSunnet.com

یہ حالت کیجاتی تھی۔ رہے ضعیف مسلمان۔ ان بیچاروں کی کچھ نہ پوچھو۔ عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ معہ اپنے والد یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والدہ سمیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مسلمان ہو گئے تھے۔ ابو جہل نے بی بی سمیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رانوں کے درمیان نیزہ مار کر ان کا شکم چاک کر دیا۔ یاسر رضی اللہ عنہ کو نوک شمشیر و سنان نیزہ سے زخمی اور پتھروں سے سنگسار کر کے شہید کیا۔ عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا تعالیٰ نے ابھی دنیا پر باقی رکھنا تھا۔ وہ اگرچہ ماں باپ کے ساتھ ہر ایک دکھ میں شریک تھے۔ مگر جان بر ہو گئے۔

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن میں رسی ڈالکر لڑکوں کے ہاتھ میں سونپ دی جاتی۔ وہ ان کو گلی کوچے۔ محلوں۔ بازاروں میں کھینچے کھینچے لیئے پھرتے۔ جب دوپہر ہو جاتی۔ تو گرم پتھر پر لٹا کر ایک دوسرا گرم پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا۔ لیکن یہ تھے اللہ کے مقبول بندے۔ کہ زبان سے آواز نکلتی تھی۔ تو یہ ہو اللہ احد احد:۔

زبیر بن العوام جو عشرہ بشرہ میں سے ہیں۔ سردار زادہ تھے۔ ۱۶ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے تھے۔ ابو عم کو خبر ہوئی تو ان کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر کھڑا کر دیتے اور نیچے سے دھواں کر دیتے کہ کسی طرح اسلام کو چھوڑ دے۔ لیکن اسلام وہ چیز نہ تھا۔ جو ان سابقین کے دل سے نکل جاتا:۔

عبد اللہ بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحم دل عیسائیوں کے ہاتھ میں اسیر ہو گئے تھے۔ قیصر کے سامنے کیئے گئے۔ اُس نے ترک اسلام کا حکم دیا۔ انہوں نے انکار کیا۔ قیصر نے خفا ہو کر حکم دیا۔ کہ پھانسی کے تھم کے ساتھ باندھ دیئے جاویں۔ تین شبانہ روز کے بعد اتار کر پھر ترک اسلام کے لیئے کہا گیا تو انہوں نے پہلے سے زیادہ استقلال کے ساتھ انکار کیا۔ اُس وقت کھولتے ہوئے پانی کی دیگ میں اُن کو بٹھلایا گیا تمام بدن پر پھپولے پڑ گئے۔ لیکن ثبات و استقلال میں ذرا جنبش نہ ہوئی۔ قیصر نے کہا چھوڑ دو۔ پھر پاس بلا کر کہا۔ کہ تم کو اسلام کے لیئے نہایت تکلیف دیگئی۔ فرمایا۔ کاش میں دنیا میں سو دفعہ پیدا کیا جاؤں اور ہر دفعہ اسلام کے لیئے ایسے ہی مصائب خوشی کے ساتھ گوارا کرتا رہوں:۔

حبیب بن زید مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسیلمہ کذاب نے گرفتار کر لیا تھا۔ جب پوچھتا کہ محمد (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو تو کیا سمجھتا ہے؟ تو فرما دیتے رسول اللہ۔ جب وہ پوچھتا کہ تو میری رسالت کا بھی اقرار کرتا ہے یا نہیں۔ تو فرما دیتے کہ مجھے اور کوئی بات سُنائی نہیں دیتی۔ مسیلمہ کذاب نے خفا ہو کر حکم دیا۔ کہ ان کا ایک ایک جوڑ بند بند سے جدا کرتے رہو۔ اور پھر ایک ایک عضو کے کاٹنے کے بعد یہی سوال کرتے رہو۔ مگر اس اللہ کے مقبول نے اپنے جواب کے یہی لفظ رکھے۔ کہ محمد ص کو اللہ کا رسول مانتا ہوں۔ اور دوسری بات کوئی مجھے سنائی نہیں دیتی:۔

AsliAhleSunnet.com

حبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلیع الارض کو قریش نے پکڑ لیا۔ کچھ عرصہ تک قید رکھنے کے بعد پھانسی دینے کے لئے باہر نکالا۔ پھانسی کے نیچے لے جا کر کہا۔ کہ اسلام چھوڑ دے تجھے آزاد کر دیا جاویگا۔ انہوں نے فرمایا بخدائے رب العزۃ اگر روئے زمین کی سلطنت بھی میرے سامنے پیش کرو۔ تو ترک اسلام کا نام نہ لوں۔ قریش نے کہا بھلا تو پسند کرتا ہے۔ کہ تو اپنے گھر میں صحیح و سلامت ہوتا۔ اور یہاں تیری جگہ محمد (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) قید ہوتے۔ فرمایا میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ حضور کے پائے مبارک میں ایک کانٹا لگ کر بھی میری جان بچ جائے۔ پھانسی پر نہایت استقلال اور کشادہ پیشانی کے ساتھ چڑھ گئے۔ اور چند اشعار سریلی آواز میں پڑھ کر سنائے:۔

جب نکلتی جان ہے اسلام پر   تب نہیں پرواہ مجھ کو جان کی
کیوں نہ دوں کامل خوشی سے اپنی جان   چاہیئے مجھ کو رضا رحمان کی
آرزو پنہاں میرے سینہ میں تھی   اس دل مشتاق پہ ارمان کی
آنکھ کر لیتی زیارت وقت نزع   داعی حق ہادی ایمان کی
اے خدا پہنچا میرا اس کو سلام۔   جان جس پر میں نے ہے قربان کی

اے اہل انصاف میں تم سے پوچھتا ہوں کہ یہ محبت یہ استقامت کیا ان لوگوں میں ہو سکتی ہے۔ جس کا پیارا آبائی مذہب بزور شمشیر چھڑایا گیا ہو۔ اور انہیں مجبور کر کے نئے دین کا کلمہ گو بنایا گیا ہو۔ لا واللہ۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں:۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلوص اور جاں نثاری کے واقعات یہاں تک سنو گے۔ اور ان کے فدائیانہ جوش کا کہاں تک اندازہ لگاؤ گے:۔

آغاز بعثت سے لیکر پانچ سال تک مسلمانوں نے نہایت دلیری و استقلال سے گوناگوں تکلیف کو برداشت کیا۔ لیکن جب پیارا وطن دشمنوں کی آتش غضب سے آگ کا تنور بن گیا۔ تو سب نے وطن کو چھوڑ کر اقارب سے منہ موڑ کر حبش کی راہ لی:۔

قدیم عرب۔ بحری سفر سے اکثر گریزاں تھے۔ لیکن اپنے دین کے بچانے کے لئے تمام خطرات کو خوشی خوشی سے برداشت کر کے افریقہ کو چلے گئے۔ ان مصیبت زدوں نے ایک دفعہ سن پایا تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قریش کے ساتھ صلح ہو گئی ہے۔ اور مسلمانوں کا ستانا قوم نے چھوڑ دیا ہے۔ یہ سن کر وطن کی محبت میں حبش سے چل پڑے۔ لیکن عرب کی

AsliAhleSunnet.com

سرزمین پر قدم رکھتے ہی معلوم ہوگیا۔ کہ مکہ میں جس قدر مسلمان ہیں۔ وہ چکی میں پڑے ہوئے دانہ کی طرح تکالیف میں پسے جاتے ہیں۔ تو یہ بیچارے پھر واپس ہوگئے :۔

اے سامعین کیا جو لوگ تلوار کے ذریعہ سے مجبور کیئے جاتے ہیں۔ وہ اسی صفت کے ہوا کرتے ہیں؟

مسلمانوں کی مصیبتوں کا پیالہ لبریز ہوچکا تھا۔ اور سینکڑوں مسلمان قریش کے ظالمانہ تعصب کے بھینٹ بنائے جاچکے تھے :۔

آخر رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تنگ ہوکر قریباً ۳۰۰ میل کے فاصلہ پر تشریف لیگئے مدعا یہ تھا کہ خدا کی عبادت۔ اور سچی تعلیم کی اشاعت کا جہاں بھی موقعہ ملے۔ وہی ہمارا وطن ہے۔ دشمنوں کو ان کا زمین کے پردہ پر رہنا شاق تھا چڑھائی کی تیاری کرنے لگے۔ اس وقت نبوت کے چوداں سال کے بعد مسلمانوں کو بھی مدافعانہ جنگ کی اجازت ملی۔ جو مسلمان میدان جنگ میں آسکے تھے۔ اُن کی تعداد ۳۱۳ تھے۔ یہ بدر کا ذکر ہے :۔

اس کے بعد۔ اُحد کی لڑائی مشہور ہے۔ کل عرب نے گیارہ من تین سیر سونا۔ اور ایک ہزار اونٹ چندہ میں اکٹھے کئے اور پانچ ہزار جوان کارزار دیدہ۔ جنگ آزمودہ۔ اس رقم سے مسلح بنائے گئے۔ اور تین سو میل سے مسلمانوں پر چڑھائی کیگئی۔ مسلمان بالکل بےسروسامان تھے نیز تعداد میں کم (صرف سات سو) پھر بھی کیسے جوش اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔ کہ پہاڑ بھی اس ثبات و استحکام کو دیکھکر لرز گئے :۔

حنظلہ (غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک رات کی بیاہی دُلھن کو چھوڑ کر میدان جنگ میں پہنچے۔ اور شادی کے جوڑے کو اپنے ہی خون سے رنگین بنایا :۔

مصعب بن عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باپ کے لاڈلے۔ اور پوتڑوں کے امیر تھے۔ دو دو سو روپیہ کی پوشاک زیب بدن کیا کرتے تھے۔ مسلمان ہوکر ایسا زہد اختیار کیا کہ بکری کی کھال سے بدن چھپا لیتے اور حُلّۂ حریر سے زیادہ اس میں خوش رہتے۔ احد میں اسلامی جھنڈا انہی کے ہاتھ میں تھا حریف نے دست راست کو زخمی کردیا۔ علم دوسرے ہاتھ میں تھام لیا جب وہ بھی تیروں سے شل ہوگیا تو دونوں ہاتھوں کے سہارے اور سینہ کی آڑ سے نشان کو تھام رکھا۔ آخر جب حلق پر تیر کھا کر گھوڑے سے گرے تو کلمہ طیب پڑھ ہی جان دی :۔

گزشار قدم یار گرامی نہ کنم   گوہر جان بچہ کار دگرم باز آید۔

اس جنگ میں ایک انصاری عورت کا باپ بھائی بیٹا شوہر شہید ہوگئے تھے۔ تین کو سن شہر تھا

AsliAhleSunnet.com

خبر جا پہنچی۔ وہ شام کو سرراہ آکھڑی ہوئی۔ پوچھا کیا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) بھی زندہ ہیں۔ اگر حضور زندہ ہیں تو مجھے کسی شخص کی موت کا غم نہیں :۔

تن و دل گر فدا شدیم چہ باک — غرض اندر میان سلامت تست

عمر بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جنگ میں شربت شہادت پیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُس کی ماں سے چند کلمات تعزیت فرمائے۔ وہ بولی۔ کہ جب حضور کو خداوند تعالیٰ نے بچا لیا تو اب میں ہر ایک مصیبت کو بآسانی برداشت کر سکتی ہوں :۔

طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی جنگ میں ۵۵ زخم لگے تھے ایک تلوار کا سر پر ایسا وار لگا کہ لڑکھڑا کر گر گئے۔ صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اُن کے منہ میں پانی ڈالا۔ ہوش آیا تو سب سے پہلے یہی پوچھا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کیسے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی نے مجھے تمہاری خبر گیری کے لیئے بھیجا ہے۔ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "وہ اوہ مجھے اپنی جان کی کچھ پرواہ نہیں"

عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگل میں تھے۔ دشمن نے پس پشت سے آکر جان ستان نیزہ مارا تو اُن کے منہ سے یہی نکلا۔ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَہ :۔

رب کعبہ کی مجھے سوگند ہے — مل گیا مجھ کو میرا دل بند ہے

سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مخلصان درگاہ میں سے تھے۔ ایک صحابی نے انہیں زخموں سے چور لہو میں شرابور جانکنی کی حالت میں پایا۔ کہا میری وصیت سن لو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مبارک میں جا کر خادم درگاہ کو ۔۔ کا سلام عرض کر دینا۔ اور گزارش کر دینا کہ خداوند کریم حضور کو بہترین جزا عطا فرمائے حضور کے طفیل ہم کیسی کیسی مراتب رفیعہ کو پہنچ گئے۔ نیز میرے احباب سے کہہ دینا۔ کہ اگر خدمت گذاری اور فرمانبرداری رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں کچھ قصور رہ گیا۔ تو خدا کے سامنے تم سے کچھ جواب نہ بن پڑے گا :۔

اللہ اکبر۔ محبت بھی کیا ہی نشہ ہے۔ اور اخلاص میں بھی کیا ہی مزہ کہ زخمی ہو کر سانس توڑ رہے ہیں۔ اور شکر گزار ہیں۔ جان نثار کر رہے ہیں اور عذر خواہ ہیں :۔

یک جان چہ متاعیست کہ سازیم فدایت — اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

سامعین آپ نے خیال فرمایا۔ کہ جو حسن ارادت۔ اور خلوص عقیدت ان لوگوں کو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حاصل تھا۔ اسے تلوار کی کاٹ۔ اور نیزہ کی بھال تیر کی پیکان

AsliAhleSunnet.com

بھی کم نہیں کر سکے۔ وطن کی دوری۔ احباب کی جدائی۔ اقارب سے مہجوری۔ تنگدستی۔ بیماری
قوم کی مخالفت۔ ملک کی عداوت بھی ان کے استقلال و ثبات کو جنبش نہیں دے سکی:۔

خیر مخلصین صحابہ تو بلا واسطہ نور نبوت کے فیضان سے مستنیر تھے۔ ان کے احوال کو چھوڑ کر ادنیٰ مسلمان کے حال پر غور کرو۔ ۱۰ برس کی عمر سے لیکر مرتے دم تک ایک دن میں پانچ دفعہ عبادت کو اس پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہنا کہ نہ موسموں کا تغیر۔ نہ عمر کا اقتضا۔ نہ سفر نہ بیماری۔ نہ جنگ کی آتش باری۔ غرض کوئی چیز بھی اُسے روک نہ سکے کیا خلوص کا کچھ کم نمونہ ہے۔ (نماز):۔

آئے سال اپنی آمدنی کا پورا چالیسواں حصہ بنی نوع کی دستگیری کے لئے مدت العمر تک نکالتے رہنا کیا کچھ کم نفس کشی ہے۔ (زکوٰۃ):۔

گرم سے گرم ملک۔ اور گرم سے گرم موسم میں ۱۸-۱۸ گھنٹہ تک روٹی پانی جملہ مقتضیات طبع کو چھوڑ کر پہلے کی بہ نسبت سہ چند چہار چند زیادہ عبادت میں لگاتار ایک ماہ تک مصروف رہنا کیا سچائی کا معیار نہیں ہے۔ (روزہ):۔

ہزاروں کوس سے بحر و بر کو چیرتے۔ آفات ارضی و سماوی کو جھیلتے۔ پیادہ و سوار سفر کرتے ہوئے دربار الٰہی میں حاضری کے لئے عرفات تک پہنچنا کیا جان و مال کا نثار کر دینا نہیں ہے۔ (حج):۔

ہر ایک مسلمان کا استقلال و استقامت۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ جو لوگ بزور شمشیر مطیع کئے جایا کرتے ہیں۔ اور مذہب جیسی پیاری چیز جن سے چھین لی جایا کرتی ہے۔ وہ لوگ اسی نمونہ کے ہوا کرتے ہیں۔ اگر اس کا جواب نفی ہے۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ جس تعلیم نے لوگوں کو اس نمونہ کا بنا لیا تھا۔ اور جس ایک واحد شخص (فداہ ابی و امی) کی آواز نے ایسی جماعتوں کے دل و جان پر اپنا تصرف کر لیا تھا۔ اُسے اپنے اس تجربہ شدہ طریق میں کب ناکامیابی ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہ اس آسان اور کامیاب طریق کو چھوڑ کر بزور شمشیر تعلیم پھیلانے کے لئے اٹھا تھا۔ اور جس کی وجہ سے اُسنے جنگ جیسی جان جوکھم چیز کو پسند کر لیا تھا۔ جہاں تک غور کرو گے اُسکا جواب سخت سے سخت مخالف کو بھی نہ ملے گا:۔

اسلامی تعلیم کا دیگر مذاہب کی تعلیم سے مقابلہ

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اسلام کی جس تعلیم کا بزور شمشیر پھیلایا جانا بیان کیا جاتا ہے کیا وہ تعلیم فطرت انسانی سے اس قدر مخالفت رکھتی ہے؟ کہ اگر تلوار ہاتھ میں نہ لیجاوے تو اس کی اشاعت نہیں ہو سکتی۔ کیا وہ تعلیم ایسی پیچیدہ اور فہم انسانی سے بالاتر ہے جس کے لئے دل و دماغ میں تلوار کی برق نما چمک کے بغیر جگہ نہیں مل سکتی۔ کیا وہ تعلیم ان مذاہب سے جن کی اشاعت محض وعظ و پند کے ذریعہ سے ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ ایسی گئی گذری ہے جسکی اشاعت

AsliAhleSunnet.com

کے لیئے حیوانی جوش سے کام لینا پڑا۔

معرفت الٰہی اور نجات کے مسائل۔

دنیا کے بڑے بڑے مذاہب مروجہ حال پر نظر ڈالو ہر ایک مذہب میں سب سے زیادہ اہم دو مسئلہ ہوتے ہیں:

(۱) معرفت خداوندی۔

(۲) نجات:۔

ان ہر دو مسائل کو ہر ایک مذہب کے اندر تلاش کرو۔ اور موازنہ کرتے جاؤ۔ کہ اسلام کے مقابلہ میں ان کا بیان بلحاظ وضاحت و دل نشینی اور باعتبار عمدگی و تاثیر کیا درجہ رکھتا ہے:۔

عیسائیوں کا عقیدہ۔

سب سے پہلے عیسائیت کو لو جو دنیا کے ہر شش بر اعظم پر پھیلی ہوئی ہے۔ معرفت خداوندی کے متعلق اس مذہب کی بنیاد تثلیث پر ہے۔ تثلیث کی جو شرح اتھاناسیس کے عقیدہ میں کی گئی ہے اُس کے چند فقرہ قابل غور ہیں۔ باپ ایک اقنوم۔ بیٹا ایک اقنوم۔ روح قدس ایک اقنوم۔ مگر باپ بیٹے اور روح قدس کی الوہیت ایک ہی ہے۔ جلال برابر۔ عظمت ازلی یکسان۔ جیسا باپ ہے۔ ویسا ہی بیٹا ویسا ہی روح قدس:۔

باپ غیر مخلوق۔	بیٹا غیر مخلوق۔	روح قدس غیر مخلوق
باپ غیر محدود۔	بیٹا غیر محدود۔	روح قدس غیر محدود
باپ ازلی۔	بیٹا ازلی۔	روح قدس ازلی

تاہم تین ازلی نہیں بلکہ ایک ازلی۔ تین غیر محدود نہیں۔ بلکہ ایک غیر محدود۔

یونہی۔ باپ قادر مطلق۔ بیٹا قادر مطلق۔ روح قدس قادر مطلق۔

ویسا ہی۔ باپ خدا۔ بیٹا خدا۔ روح قدس خدا۔ اس پر بھی تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا۔

نجات کی بنیاد کفارہ پر ہے۔ یعنے خدا کے عدل نے بندوں کو گناہ کی سزا دینا چاہا۔ اور خدا کے رحم نے اُن کو چھوڑ دینا۔ اب اگر چھوڑتا ہے۔ تو عدل کے خلاف ہے۔ سزا دیتا ہے۔ تو رحم کے خلاف۔ اس لیئے خدا کے اکلوتے بیٹے نے جامہ بشریت پہنا۔ صلیب پر چڑھا۔ ملعون ہو کر تین روز جہنم میں رہا۔ اور سب گناہ گاروں کے گناہ اپنے سر لے لیئے:۔

سر مکنزی ایم۔ اے۔ جو لارڈ ڈون کا پرائیویٹ سکرٹری تھا۔ تاریخ روس میں لکھتا ہے کہ تثلیث کا مسئلہ۔ فہم انسانی سے بالاتر ہے:۔

صاحبان۔ جب ایسا فاضل بھی اُسے فہم انسانی سے بالاتر بتاتا ہے۔ تو میں حیران ہوں کہ عیسائیت کے دلدادہ اس مسئلہ کو کیا سمجھتے ہیں۔ یا سمجھے بغیر کیونکر اس پر ایمان لے آتے ہیں:۔

AsliAhleSunnet.com

کیا یہ یقین ہو سکتا ہے۔ کہ تثلیث کا عقیدہ اور کفّارہ کا مسئلہ تو آج عقل اور فطرت کے بھی برخلاف ہے۔ اور معتقدان تثلیث کے مروجہ قوانین اور روزانہ برتاؤ کے بھی برخلاف ہے) ایسا عام فہم و عام پسند ہو جائے جس کو بلا کسی خارجی وجوہ کے ہزاروں ماننے چلے جائیں اور اسلام کے سادہ و قابل فہم اصولوں کی اشاعت کے لیئے تلوار ہی کی ضرورت ہو؟ کیا عیسائیوں نے تلوار کا استعمال نہیں کیا؟ کیا اُس کی اشاعت اُسی فیاضی اور رحمدلی کے ساتھ ہوئی ہے؟ جس کی تعلیم مسیح علیہ السّلام نے دی تھی؟ ہرگز نہیں:۔

عیسائی مؤرخین خود اقبال کرتے ہیں کہ رومن کیتھولک نے عدالت مقدسہ کے نام سے عدالتیں مقرر کر کے چودہ صدیوں تک غیر منقطع سلسلہ خونریزی کا قائم رکھا تھا۔ رہا فرقہ پراٹسٹنٹ جو پہلے فرقہ سے شائستہ تر ہے اسکی بابت مسٹر ہالم لکھتے ہیں کہ اس مذہب کے مختلف فرقوں سے سب سے بڑا گناہ جو سرزد ہوا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ بندگان خدا پر دین میں زور و زبردستی کرتے ہیں:۔

عیسائیوں پر عیسائیوں کے ظلم

آنریبل سید امیر علی صاحب جج تحریر کرتے ہیں۔ کہ جب کالون نے سرویس کو صرف اس وجہ سے زندہ جلا دیا کہ اُس کے اعتقادات تثلیث کے بارہ میں جمہور علماء کے برخلاف تھے۔ تو سب پراٹسٹنٹ فرقوں نے کالون کے اس فعل کی بڑی تعریف کی تھی۔ اور تین مصنفوں نے اِس کی تعریف میں جداگانہ رسالہ لکھے تھے:۔

انصاف اِس امر کا مقتضی ہے۔ کہ جس قوم میں ایسی شرمناک حرکات سرزد ہو چکی ہوں وہ دوسرے کو الزام نہ لگائے۔ بیشک مسلمان بادشاہوں کی بھی بعض ایسی نظیریں ملسکتی ہیں۔ جنہوں نے مخلوق خدا کو بیدردی کے ساتھ تہ تیغ کیا تھا۔ لیکن اُن کے فتوے کسی مقدس عدالت کے جاری کردہ نہ ہوتے تھے۔ اور اُن کے قتل عام میں کسی مذہب کی کچھ تخصیص نہ ہوئی تھی۔ اب بُدھ مذہب کو لیجیئے۔ جو کثرتِ اشاعت میں مشہور ہے۔ معرفت خداوندی کے متعلق اس مذہب میں مجھے کوئی بات نظر نہیں آئی۔ بعض کا یہ قول کہ یہ مذہب ہستی خدا کا قائل نہیں شائد صحیح ہو:۔

رہی نجات اس کا طریق حصول یہ بتایا گیا ہے۔ کہ حواس پنجگانہ اور ان کی محسوسات سے اپنے آپ کو بالاتر رکھو۔ ایسی بے کیف حالت کا ہی نام نجات ہے جسے زوال کہتے ہیں۔ اس کے حاصل ہونے پر انسان آواگون سے رہائی پاتا ہے:۔

AsliAhleSunnet.com

آپ خیال فرماویں۔ کہ وہی اصولوں کو تو جن کے الفاظ ٹھیک ایسے ہی بے معنے ہیں جیسے اُن کی حالت نجات بے کیف ہے۔ ایسا عام فہم و دلچسپ تسلیم کیا جائے۔ جس کی اشاعت کے لئے تلوار کی ضرورت نہ ہو:۔

مگر اسلام کو اُس کی حاجت ضرور پڑی ہو:۔

الفاظ میں نزاکت اور خیال میں لطافت پیدا کر لینا اور بات ہے۔ لیکن کسی مذہب اور دین کو بطور دستور العمل پیش کرنا اور بات ہے:۔

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ کہ اول تو خود بدھ نے اپنے خیالات میں تین پلٹے کھائے۔ پھر اُس کی آخر عمر میں اس کے چیلے دیودت نے اُس کے سامنے پانچ ترمیمات اُس کے احکام میں پیش کیں۔ پھر اُس کی وفات کے بعد اُس کی مصنفہ کتاب پالی سوترکھ میں کمی و بیشی کی گئی پھر ایک صدی کے بعد ایک اور جلسہ کیا گیا۔ اور جو احکام ناقابل التعمیل تھے اُن کو نرم بنایا گیا۔ پھر تیسرا بڑا جلسہ راجہ اشوک نے کیا۔ اُس میں جو اصول بالاتفاق منظور ہوئے۔ وہ پتھر کی سلوں اور میناروں پر کندہ کر دیئے گئے:۔

بدھ اور اُس کی تمام شاخیں نرم دلی کم آزاری میں مشہور رہیں۔ لیکن انہوں نے اپنی حکومت کے ڈیڑھ ہزار سال میں ہندوؤں کی قوموں اور علموں کے نیست و نابود کرنے میں جو مسلسل اہتمام رکھا تھا۔ وہ پوشیدہ نہیں:۔

آریہ کے متعلق بھی ایک فقرہ سُن لیجیئے۔ یہ لوگ روح و مادہ اور پرمیشر کو انادی مانتے ہیں معرفت خداوندی کا حال اسی سے سمجھ لو۔ کہ خالق بمعنے صانع جانتے ہیں۔ رہی نجات ابدی۔ اُسے کروڑوں جونوں میں منتقل ہونے کے بعد اعمال معدودہ کی نقدی دیکر خرید کرنا چاہتے ہیں اور وہ نجات بھی ایک محدود وقت کے لیئے تسلیم کرتے ہیں۔ رہی خونریزی۔ خیال کرو۔ ہندوستان کی قدیم قومیں جو آریہ سے پہلے برسر عروج حکومت تھیں کدھر ہیں۔ ان بیچاروں سے نہ صرف حکومت ہی چھینی گئی بلکہ زمین کو باہمہ وسعت اُن کے لیئے تنگ بنایا گیا۔ اگر کسی قوم کا کچھ بقیہ رہ بھی گیا ہے۔ تو وہ اب خانہ بدوش ہیں۔ اور اس قدر ناپاک سمجھے جاتے ہیں کہ وہ ہندوؤں کے کپڑے تک کو نہیں چھو سکتے ہیں ان بیچاروں کا نام ہمیشہ کے لیئے شودر یا چنڈال رکھا گیا ہے۔ اور ملک ہندوستان میں دس کروڑ شخص ایسی ہی ناپاک زندگی بسر کر رہے ہیں:۔

اب آپ اسلام کی طرف آئیے۔ تعلیم کی سادگی کا تو یہ حال ہے۔ کہ تمام دین کا خلاصہ درج ذیل ایک مختصر جملہ

بدھ وادیوں کا ظلم

AsliAhleSunnet.com

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ جہاں کسی نے سچے دل سے اتنے الفاظ پڑھے۔ فوراً اللہ تعالیٰ کے ازلی میثاق (لا انفصام لہا[1]) میں داخل اور صادقین کے زمرہ میں شامل ہو گیا :-

ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص جو مکلف ہونے کی قابلیت رکھتا ہے۔ اتنی بات کو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اُس کے رسول ہیں بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اور اپنی سمجھ سے نجات اُخروی اور فوز عظیم حاصل کر سکتا ہے :-

واضح ہو۔ کہ فقرہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ معرفت ثبوتیہ و سلبیہ کے لئے کلمہ جامعہ ہے۔ سلبیہ معاصی کے ہٹا دینے کے لئے اور ثبوتیہ۔ سکینہ کو قائم اور حبز اکو متمثل کر دینے کے واسطے مفید ہے :-

یہی کلمہ ہے جو شرک جلی کو دور کر دیتا۔ اور شرک خفی کو اوکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ اور یہی کلمہ ہے۔ جو ان تمام حجابوں کو کہ معرفت خداوندی تک پہنچنے میں بندہ کے سامنے پڑے ہوئے ہیں اٹھا دیتا ہے :-

کلمہ محمد رسول اللہ اس علاقہ رحمت کو ظاہر کرتا ہے۔ جو رحمٰن کو اپنے بندہ سے ہے۔ نیز اُس سبب عظمی کی یاد دلاتا ہے۔ جو ظلمت میں گرے ہوئے عالم کو نور میں لانے والا ہے :-

یہی کلمہ توحید کی بنیاد کو بھی مستحکم کرتا ہے۔ اور رسول کو ثالث ثلثہ یا جزو ابن اللہ یقین کرنے سے روکتا ہے۔ معافی صغائر و کبائر کا ذریعہ توبہ ہے۔ اور نجات کا مدار اُس مالک کی رحمت ہے جو اپنے بندوں پر اتنا مہربان ہے۔ کہ ماں اپنے بچہ پر۔ اُس سے سوواں حصہ بھی نہیں۔ اعمال صالحہ بندہ کے لئے نور و قرب کے ازدیاد اور رحمت الٰہیہ کے شایاں بنا دینے والے ہیں :-

انہیں مختصر جملوں پر غور کرو۔ کہ نہ تو اعمال کو حصول نجات میں وہ درجہ دیا گیا ہے کہ رحمت الٰہی کی بھی بندہ کو پروا نہ رہے اور نہ فضل و رحم کے ایسے معنے بتلائے گئے ہیں۔ کہ شریعت کو لفظ لعنت سے تعبیر کرنا پڑے[2] :-

معرفت خداوندی کے بارہ میں اسلام براہ راست فطرت سے خطاب کرتا ہے۔ اور محبت و طمانیت سے ملی ہوئی تعظیم کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے جلال کی تجلی دکھلاتا ہے۔ اور سوء معرفت یا حجاب طبیعت کو فطرت سلیمہ کے چہرہ سے ہٹا کر باطن کو محبت و انبساط کی بھری ہوئی حالت سے معمور کر دیتا ہے۔ اور نجات کے لئے پہلے تو اعمال صالحہ اور مصالح عالیہ کے لئے برانگیختہ کرتا اور پھر پورے ذوق و وجدان کے ساتھ رحمت ربانی کے سامنے بندہ فانی کو خاشع و خاضع بنا دیتا ہے :-

[1] ایسا عہد جو کبھی ٹوٹ نہ سکے ۔ [2] دیولوس نے اپنے خطوط بنام عیسائی لوگوں کے ساتھ شائع کیا کہ تم میں شریعت کو لعنت بتلایا ۔

AsliAhleSunnet.com

رہی اس کی عمدگی و قوت تاثیر وہ اُس ملک پر نظر ڈالنے سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے جہاں اس کی ایک حصّہ پر اسلام نے اور دوسرے حصّہ پر کسی اور مذہب نے اثر ڈالا ہو۔ مثلاً فی زمانہ افریقہ ایسا ہی ایک بر اعظم ہے۔ عیسائی سیاحوں نے دونوں کا موازنہ کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا بالتفصیل گذارش کرنا دشوار ہے۔ مگر میں صرف ایک پادری کے ایک فقرہ پر ہی اختصار کروں گا:۔

جب اسلام کو ایک حبشی قوم نے قبول کیا ہے۔ تو بت پرستی۔ مخلوق پرستی۔ جنات پرستی۔ مردم خوری۔ انسانی قربانی۔ اولاد کشی۔ جادوگری۔ فوراً دور ہو جاتی ہے۔ باشندے کپڑے پہننے لگتے ہیں۔ نجاست کی جگہہ صفائی سیکھ لیتے ہیں۔ شرافت ذاتی اور خودداری حاصل کر لیتے ہیں۔ مہمان نوازی فرض مذہبی ہو جاتا ہے۔ شراب خواری بہت کم رہ جاتی ہے۔ جوا متروک ہو جاتا ہے بے حیائی کے ناچ اور مرد و عورت کے ناجائز میل جول بند ہو جاتے ہیں۔ عفت کو نیک خصلت خیال کیا جاتا ہے۔ کاہلی کی جگہہ محنت حاصل کر لیتی ہے۔ ذاتی اختیار کی جگہہ قانون دخل کر لیتا ہے۔ انتظام اور پرہیزگاری پھیل جاتی ہے۔ خاندانی خصومتوں۔ اور مویشی و غلاموں پر بے رحمی کی ممانعت ہو جاتی ہے:۔

انسانیت اور مہربانی۔ اور مساوات کا خیال سکھلایا جاتا ہے۔ کثرت ازدواج۔ اور بندہ گری کی ترتیب ٹھیک طور سے دیکھا کر اُن کی برائیاں کم کیجاتی ہیں:۔

بمقابلہ اُس کے یورپ کی ترقی سے گویا شراب اور گنہگاری کا پھیلاؤ اور اُس قوم کا تنزل مراد ہوتا ہے لہ:۔

فقرہ مذکورہ بالا اپنی صداقت و بلاغت کے اعتبار سے ایک جامع مانع فقرہ ہے اور اُس کے ثبوت میں تاریخ کے صفحات اور مختلف ممالک میں اسلامی ترقی کے حالات پیش کیئے جا سکتے ہیں۔ پس کیا صحیح طور پر یہ مقولہ کسی طرح بھی درست ہو سکتا ہے:۔

کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔

اب اگر کوئی شخص پوچھے کہ جب اسلام اپنی اشاعت کے واسطے کسی زور یا طاقت کا محتاج نہیں اور ابتدا ہی سے اس کے پیرو محض صداقت اور حق طلبی کی وجہ سے اُسکے گرویدہ ہوتے رہے ہیں۔ تو کیا اسلام نے کبھی بھی تلوار کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا؟

میں کہتا ہوں اسلام نے بیشک تلوار کو ہاتھ میں لیا ہے۔ مگر کیوں اور کس کے مقابلہ میں اس کا جواب خود قرآن مجید سے ملتا ہے۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ

AsliAhleSunnet.com

وَصَلَوٰاتٌ وَّمَسَاجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا ۔ اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ کا آدمیوں کو ایک کا دوسرے سے تو ضرور ڈھائی جاتیں عیسائی درویشوں کی خانقاہیں۔ اور گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے :۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی جہاد کا مدعا مسجدوں اور گرجاؤں اور یہودیوں کے عبادت گاہوں زاہدوں اور عابدوں کی خانقاہوں کو بربادی سے محفوظ رکھنا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :۔

کہ ایک ایسا امن قائم کر دینا جس کی وجہ سے جملہ مذاہب کامل آزادی کے ساتھ دنیا میں رہ سکیں۔ ایسے مذاہب جس کی مشترکہ غرض جملہ مذاہب کو یکساں فائدہ پہنچانا اور سب کی حفاظت رکھنا ہے :۔

کون شخص دھبہ لگا سکتا ہے ۔ برخلاف اس کے ہم کو اب تک اس عیسائی یا بدھ یا بت پرست ۔ یا یہودی کا نام معلوم نہیں ہوا جس کے جنگ کرنے کا مقصد مسلمانوں کی مساجد یا اپنے سے غیر مذہب کے معابد کی حفاظت کرنا تھا :۔

لڑائی کی دوسری ضرورت اس آیت سے معلوم ہوتی ہے

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّکَثُوْا اَیْمَانَھُمْ وَھَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَھُمْ بَدَءُوْکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ کیا تم اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسم اور اقرار کو توڑ دیا ہے ۔ اور رسول کو (مدینہ سے) نکال دینے کا قصد کر لیا ہے ۔ اور (اس بارہ میں) ابتدا بھی ان ہی کی طرف سے ہوئی ہے :۔

ایسے جنگ کے لیئے حد بھی خود ہی اللہ تعالے نے مقرر فرما دی ہے ۔ فرمایا وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ ۔ ان سے اُس وقت تک لڑو کہ فتنہ باقی نہ رہے :۔

اس حد پر بھی جس سے ظاہر ہے کہ جنگ صرف رفع فتنہ کے لیئے تھا یہ بھی ارشاد فرمایا ۔ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ۔ اگر وہ صلح کی طرف راغب ہوں تو آپ بھی صلح کی جانب جھک جاویں اور (انکی آیندہ کی فتنہ پردازیوں اور سازشوں کی کچھ پرواہ نہ کر کے) خدا تعالی پر بھروسہ کریں :۔

امن کے توڑ دینے والوں ۔ سازشوں اور فتنوں کے پھیلا دینے والوں رعایا ہو کر غدر کرنے والوں کے ساتھ ایسے فیو ایسے احتیاطی احکام کے ساتھ جنگ کا حکم جس مقدس مذہب نے اسلام کے سوا دیا ہوں کی نظیر پیش ہونی چاہیئے :۔

معترض کے لیئے اب صرف ایک گنجایش باقی رہ گئی ہے وہ کہہ سکتا ہے ۔ کہ اگر پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مبارک زمانہ میں لوگوں کو بزور شمشیر مسلمان نہیں کیا گیا تو خلفاء راشدین

AsliAhleSunnet.com

کے وقت میں تو ضرور ہتھیاروں کے زور سے اسلام کی اشاعت کی گئی ہے :-

میں اسکیلئے متعلق بھی کچھ گذارش کرنا چاہتا ہوں۔ خلفائے راشدین نے اگر تلوار کھینچی بھی ہے۔ تو کسریٰ (شہنشاہ ایران) کے مُنہ پر جسکی شہنشاہیت مشرقی دنیا پر چار ہزار برس سے مسلمہ تھی۔ یا قیصر شہنشاہ قسطنطنیہ کے سر پر جو نصف مغربی دنیا کو اپنا باج گذار رکھتا تھا۔ ایسے دول عظام کی رگڑا باقاعدہ فوجوں کے مقابلہ میں بے سروسامان عرب کا تلوار اٹھانا صرف تنگ آمد بجنگ آمد کے اصول ہی پر ہو سکتا ہے :-

پھر خیال کرو کہ خلفائے راشدین کن لوگوں کو شمشیر زنی کے لیئے بھیج سکتے تھے۔ کیا انہی شخصوں کو جنہوں نے قرآن کی تعلیم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کو اپنا ایمان سمجھا تھا۔ اور جو دیکھ چکے تھے۔ کہ بزور شمشیر اسلام قبلوانا خود تعلیم اسلام ہی کے خلاف ہے:- یہ ناممکن ہے۔ کہ قرآن پر ایمان لانے والے قرآن مجید میں :-

لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ	دین کے بارہ میں کسی پر کوئی سختی جائز نہیں :-

بھی پڑھتے ہوں۔ اور پھر بھی اشاعت دین کے لیئے۔ اکراہ و جبر کے طریق کو پسند کرتے ہوں :-

مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ	اے محمد۔ تو ان پر جبر نہیں کر سکتا۔ قرآن کا وعظ سنا اسے جس نے عذاب الٰہی سے خوف کھانا ہے۔ وہ خوف کھائیگا

کی تلاوت بھی کرتے ہوں۔ اور باایں ہمہ جبر و تشدد بھی دین کے لیئے روا رکھتے ہوں :-

میری یہ دلیل صرف قیاسی ہی نہیں۔ اور قرآن مجید کا یہ حکم صرف تلاوت کے وقت پڑھنے کے لیئے نہیں۔ بلکہ خلفائے راشدین نے اپنے مفتوحہ ممالک میں اسی کے موافق عمل بھی کر دکھایا ہے۔ فاتح سرداروں میں سب سے زیادہ مشہور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا لقب بھی سیف اللہ ہے۔ اور جن کے نام نے عراق و شام میں زلزلہ ڈال دیا تھا۔ انکے عہدنامہ کے یہ الفاظ ہیں

هٰذا الکتاب من خالد بن الولید لصلوبا ابن نسطونا و قومه انی عاهدتکم علی الجزیة والمنعة فلکم الذمة والمنعة ما منعنا فلنا الجزیة والّا فلا۔	یہ تحریر خالد بن ولید کی صلوبا بن نطونا اور اُس کی قوم کے لیئے ہے۔ میں نے تم سے جزیہ پر معاہدہ کیا ہے۔ ہم مسلمانوں پر تمہاری ذمہ واری اور حفاظت ضروری ہے۔ اور جب تک ہم تمہاری محافظت کریں ہم کو تم سے خراج کا حق ہے۔ ورنہ نہیں :-

خیال کرو۔ کہ کیوں کر مفتوح قوموں کی محافظت کا بار اپنے ذمہ لیتے۔ اور ان کی جان ...

خلفائے راشدین کے عہد میں تلوار کیوں اٹھائی گئی

AsliAhleSunnet.com

مال و مذہب کی نگرانی کو اپنے فرائض میں شامل کرتے تھے :-

اس میں کچھ شک نہیں کہ خلفاء راشدین کے زمانہ مبارک میں مسلمانوں کی تعداد لاکھوں سے بڑھ کر کروڑوں تک پہونچ گئی تھی اور دنیا کے بڑے بڑے آباد حصوں میں توحید کی منادی جاری ہو چکی تھی ۔ لیکن اس کا سبب تلوار ہر گز نہ تھی :-

مشہور مورخ ایڈورڈ گبین لکھتا ہے " افریقہ اور ایشیا کے لکھو کھا نومسلم جنہوں نے عرب کے مسلمانوں کی تعداد بڑھا دی اور اسکے رسول پر ایمان لانے میں فریفتہ ہو گئے ۔ یہ نہیں کہ اُن پر کچھ دباؤ تھا ۔ بلکہ کلمہ پڑھنے یا ختنہ ہو جانے سے رعیت یا غلام قیدی یا اسیر ایک لمحہ میں اپنے فتحیاب مسلمان کا ہمسر و آزاد بن گیا ۔ ہر ایک گناہ دور ہوا ۔ بیاہ نہ کرنے کا عہد فطری عنایت سے جاتا رہا ۔ قوائے شہوانی (جو تجرد و رہبانیت کی وجہ سے) صومعوں میں پڑے سوتی تھیں ۔ اہل حجاز کے ڈھول سے چونک پڑیں ۔ اور معاملات دنیا میں نئے مجمع کا ہر ایک شخص اپنی لیاقت اور حوصلہ کے موافق اصل سرشت پر پہونچ گیا :-

دیکھو اس شہادت سے کیسے صاف و صریح طور پر ثابت ہوتا ہے ۔ کہ اسلامی ترقی کی وجوہ مندرجہ ذیل تھے

(۱) اسلام فاتح و مفتوح سپہ سالار و غلام ۔ رعیت و حاکم کے حقوق کو مساوی کر دیتا ہے :-

(۲) اسلام اُس تعلیم کی جس میں فطرت انسانی کے برخلاف احکام دیئے جا کر انسانی قوتوں کو معذور کر دیا گیا تھا اصلاح کرتا ہے ۔ اس لیئے اسلام کی طرف آنے میں فطرت نے لوگوں اکسایا :-

(۳) اسلام میں تمدن اور آزادی اس قدر ہے ۔ کہ ہر ایک شخص اپنی قابلیت کے موافق اس میں ترقی کر سکتا ہے ۔ اس لیئے لوگوں نے اُس کو بدل و جان پسند کیا :-

شاید معترض خلفاء راشدین کے مبارک زمانہ کو چھوڑ کر بعد کے زمانہ پر اپنا اعتراض قائم کر سکتا ہے :-

اگرچہ مسلمان بآسانی کہہ سکتے ہیں کہ کوئی مذہب اپنے کسی فرد و شخص کے (جس کو مذہب میں کوئی روحانی درجہ حاصل نہ ہو) افعال و اعمال کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا ۔ اور کسی نامعقول کے بیہودہ حرکات کا جوابدہ اس کا شائستہ مذہب نہیں ٹھہر سکتا " لیکن سامعین یہ جواب گو معترض کی زبان کو بند کر سکے لیکن اس کی دلی شبہات کو رفع نہیں کر سکتا :-

جہانتک مجھے تواریخ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے ۔ کسی مسلمان بادشاہ نے بھی خواہ وہ اپنی جابرانہ طبیعت یا سفیہانہ مزاج سے کیسے ہی خونریزی کیوں نہ کرتا رہا ہو ۔ کبھی اسلام کو بزور شمشیر پھیلانے

AsliAhleSunnet.com

کی کوشش نہیں کی :-

ہندوستان میں عوام کی زبان پر اورنگ زیب عالمگیر کی نسبت اس قسم کی روایات بہت مشہور ہیں مگر پروفیسر آرنولڈ لکھتے ہیں۔ کہ عہد اورنگ زیب عالمگیر کی تواریخ میں۔ بہ جبر مسلمان کرنے کا کہیں ذکر نہیں۔ آرنولڈ کی شہادت کے بعد یہ بھی گوش گزاری کے قابل ہے کہ اب تک دہلی کے گردونواح میں مسلمان آبادی کل آبادی کا چھٹا حصہ ۱/۶ ہے۔ اور آگرہ کے گردونواح میں چوتھا حصہ ۱/۴ ہے۔ یہ غور کے قابل ہے۔ کہ اگر ہندوستان میں کہیں بجبر مسلمان کئے جانے پر عمل درآمد ہوا ہوتا۔ تو خاص دارالسلطنت اور مستقر الخلافت کے گردونواح میں دیگر اقوام کی یہ کثرت اور مسلمانوں کی یہ قلت کبھی نہ پائی جاتی :-

معترض شائد کوئی ایسی مثال پیش کر سکے کہ ایک ایسے شخص کو جو قانونی طور پر واجب القتل تھا۔ اسلام لانے کے وعدہ پر کسی بادشاہ نے چھوڑ دینے کا اظہار کیا ہو :-

معترض کہہ سکتا ہے کہ بادشاہ کو ایسی بات منہ سے نہیں نکالنی چاہیئے تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس شخص کا واجب القتل ہونا اُس کے غیر مسلم ہونے نے نہیں بلکہ قانون نے قرار دیا تھا۔ اور اسلام رحم شاہی کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تھا۔ معہذا اس ذریعہ سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا خود اس شخص کی دل و طبیعت پر منحصر تھا۔ اب کوئی شخص یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ ایک واجب القتل کی جان بری کے لیئے کیوں کوئی سبیل نکالدی تھی۔ خیر اس پر بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ ایسی مثالیں بہت شاذ اور بالکل ہی کم ہیں۔ اور میرے نزدیک تو صحیح طور پر اُن کا ثابت کرنا بھی دشوار ہے :-

معترض کو جو اپنے اعتراض پر قائم ہے ہم تاریخ کے دوسرے چمن کی سیر کراتے ہیں :-

مغل تاتاریوں کا اسلام لانا :-

مغول تاتاریہ کے اسلام لانے کی تاریخ پر ایک نظر ڈالو مسلمانوں کی قوم اور سلطنت اور اسلام کی علمی ترقی و فضیلت کا ستیاناس کر دینے والا سیلاب مغول کا حملہ تھا جنہوں نے تبت خورد سے لیکر عراقین کے انتہائی سرحد تک نہ صرف خونریزی اور قتل عام ہی کا بالعموم وتیرہ اختیار کر رکھا تھا۔ بلکہ بوجہ اس سخت نفرت اور عداوت کے جو اسلام کے ساتھ اُن کو تھی۔ علوم اسلام کے نابود کر دینے کا بھی نہایت سختی سے اہتمام کیا تھا :-

یہ ایک مشہور روایت ہے۔ کہ جس روز بغداد پر مغل کا قبضہ ہوا۔ اس روز دریائے دجلہ میں اتنے کتب خانہ پھینکے گئے۔ کہ تین روز تک دریا کا پانی قلمی کتابوں کی روشنائی سے سیاہ رہا۔

AsliAhleSunnet.com

آہ وہ کیسا قیامت خیز نظارہ ہوگا۔ جب بغداد کے گلی کوچوں میں لہو کے نالے بہ رہے ہونگے۔ اور دریائے پانی نے علمی ماتم میں سیاہ لباس پہن رکھا ہوگا:۔

غرض مغول ایسی عداوت اور نفرت کے ساتھ اسلامی ممالک میں داخل ہوئے۔ گویا قسم کھا کر آئے تھے۔ کہ مسلمانوں کا نشان اور اسلام کا نام صفحۂ ارض پر باقی نہ چھوڑیں گے۔ لیکن تھوڑی ہی مدت کے بعد کیا دیکھنے میں آتا ہے کہ ایسی جبروت و سطوت کا بادشاہ اور ایسی خونریز قوم خود بخود مسلمان ہوجاتی اور مفتوح کا دین فاتحین کے دل و دماغ پر اپنا تسلط قائم کرلیتا ہے اور گردن کش قوم مسجد کی سفید زمین پر مالک کے آگے ناک اور پیشانی کو خاک پر رکھ دیتی ہے اور خادم اسلام کے لقب کو خاقان ابن خاقان کے لقب سے بڑھ کر اپنے لیئے سبب افتخار جانتی ہے:۔

مغول کا مسلمان ہوجانا صرف اس ہی امر کی شہادت نہیں ہے کہ اسلام ہمیشہ تلوار پر غالب آیا ہے۔ بلکہ اس امر کی بھی شہادت ہے کہ اسلام میں سب سے بڑھکر تسخیر قلوب کی تاثیر موجود ہے۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ مغول کا قومی اور اصلی مذہب شامانی تھا جس کو بودھ کی ایک شاخ سمجھنا چاہیئے۔ چونکہ تمام چین اور جنوبی تاتار و تبت میں بودھ کے مذہب کو بڑی وسعت حاصل تھی اس لیئے مغول پر بھی علماء بودھ کا بہت بڑا اقتدار تھا۔ اس اقتدار کا یہ ادنے درجہ تھا۔ کہ کوئی شخص ان کے عقائد کے خلاف لب کشائی نہ کیا کرتا یا نہ کرسکتا تھا۔ بدھ مذہب کے ساتھ ہی عیسائیت بھی اپنے جھنڈے گاڑ چکی تھی پوپ کی مغول بادشاہوں کے ساتھ خط و کتابت جاری تھی۔ ملک بھر میں عیسائی عورتیں مغلوں کے گھروں کو سنبھالنے اور عیسائی مرد ملکی عہدوں پر قبضہ کرنے کے لیئے بکثرت موجود تھے:۔

ہلاکو خاں کی چہیتی بیوی عیسائی تھی۔ اور کلیبرگ خاقان کے دو مقتدر وزیر عیسائی تھے اباقا آن کی شادی قسطنطنیہ کی عیسائی شاہزادی سے ہوئی تھی۔ گویا کئی سلسلوں سے اندر و باہر عیسائیت اپنا قبضہ کیئے ہوئے تھی اس خاندان میں سب سے پہلے خاقان تکودار مسلمان ہوا جو ہلاکو خاں کا بھائی تھا اور بچپن میں عیسائیت کا اصطباغ (بپتسمہ) بھی پاچکا تھا:۔

پھر سلطان غازان مسلمان ہوا۔ جو خاندان ایل خانیہ میں سب سے زیادہ بارعب اور پرسطوت بادشاہ تھا:۔

پھر اس کا بھائی سلطان محمد بندہ مسلمان ہوا۔ جسے بپتسمہ بھی دیا گیا تھا۔ اور اس کا عیسائی نام نکولس رکھا گیا تھا مغول کی دوسری شاخ میں چنگیز خاں کا پڑپوتا براق خاں مسلمان ہوا

AsliAhleSunnet.com

اور پھر تغلق تیمور خاں کے مسلمان ہو جانے پر کل علاقہ ہی اسلام میں داخل ہو گیا :۔

کیا معترض اب تک اپنے ہٹ پر قائم رہنا چاہتا ہے۔ تو ہم اُسے بیت المقدس کے کروسیڈ یاد دلاتے ہیں۔ جس میں یورپ بھر کے پرجوش اور دیندار امرا صلیبی نشان کے نیچے مجتمع ہو گئے تھے جو مسلمان کے حق میں کافر کے سوا اور کوئی لفظ استعمال کرنا جانتے ہی نہ تھے۔ جب انکو مسلمانوں کے اخلاق و عادات پر غور کرنے کا موقعہ ملا۔ اور ملک کے اندرونی حصوں میں داخل ہونے کے بعد مسلمانوں کے معاشرت اور معاد کے طریق کو سمجھنے کا اتفاق ہوا۔ تو اکثر نائٹ اور مجاہدین مسلمان ہو گئے تھے۔ ان نومسلمانوں میں نہ صرف فوجی یا خاندانی امیر ہی ہوتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات قوم کے ہادی نامی گرامی پادری بھی :۔

6901

اس سے بڑھکر اسلام کا معجزہ کیا ہوگا۔ کہ جو شخص تلوار کھینچکر اس کے سامنے آیا وہی بندہ حلقہ بگوش ہو گیا :۔

میں ایک اور نئی مثال پیش کرتا ہوں۔ ہندوستان کے شمال مغربی سرحد پر رہنے والی قوموں کے حال پر نظر ڈالو جو قریباً نصف صدی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے زیر اثر ہیں جو سالہا سال سے گورنمنٹ کی نمک خوار اور سرکاری فیاضیوں اور احسانات سے زیر بار ہیں جن کے رسم و رواج یا اندرونی جھگڑوں میں دولت عالیہ کبھی دخیل نہیں ہوتی اور جن کی شائستگی اور تہذیب میں لانے کے وسایل موجود کرنے کے لئے کبھی کوتاہی نہیں کی جاتی۔ تاہم وہ ایک ذرا سی بات پر کیونکر بھڑک اٹھتے ہیں اور اپنی ہلاکت و تباہی کی ذرا بھی پروا نہ کر کے کس طرح پر جھگڑوں کو مول لے بیٹھتے ہیں :۔

میں پوچھتا ہوں۔ کہ ایسی قوم سے مذہب جیسی چیز کوئی شخص بزور شمشیر چھڑا سکتا ہے؟ کیا آب شمشیر ایسی قوم کے دینی حرارت کو بجھا سکتا ہے؟ اگر اس کا جواب نفی ہے۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ نفی ہے۔ تو بتلاؤ کہ کس چیز نے ان کو مسلمان بنایا تھا۔ کیا ان کا مسلمان ہو جانا۔ اسلام کا معجزہ نہیں ہے کیا ان لوگوں کا پہلے مذہب کو چھوڑ کر اسلام کا خوش خوش مطیع و منقاد ہو جانا معترض کے بزور شمشیر کا کافی جواب نہیں ہے :۔

ہمارے دوست اگر سرحد تک اپنے خیال کو وسعت دینا پسند نہیں کرتے۔ تو وسط ہند میں آئیں اور راجپوتانہ کے اندر معتدبہ راجپوتوں کا مسلمان ہو جانا ملاحظہ کریں :۔

مغرور اور غیور راجپوتوں کی رسم جوہر کا حال شاید آپ کو معلوم ہوگا۔ ورنہ دو فقروں میں

AsliAhleSunnet.com

اس کی توضیح کر دیتا ہوں۔ جب کسی راجپوت قوم کو یہ یقین ہو جاتا۔ کہ دشمن کے پنجہ سے رہائی محال ہے۔ تو وہ اس وقت بیچارگی کے ساتھ اسیری کو اپنے لیئے پسند نہ کرتے۔ بلکہ آنے والی موت کو مردانہ موت کے ساتھ بدل دیتے۔ یعنے کل مال و متاع کو آگ لگا کر زن و بچہ کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر کے پھر ایک دوسرے کی تلوار سے ڈھیر ہو جاتے۔ اور اس طرح پر دشمن کے منصوبہ اور اپنی آرزو کو خاکستر بنا کر نام کر جاتے۔ مسلمانوں کے زمانہ میں بھی دو ایک واقعات ایسے ہوئے ہیں۔ کہیں ایک عورت کے دینے نہ دینے پر۔ کہیں کسی قلعہ کے سپرد کرنے یا نہ کرنے پر۔ لیکن کوئی بھی ایسا ایک واقعہ موجود نہیں ہے۔ کہ دھرم کے بچاؤ کے واسطے۔ جوہر کی نوبت آئی ہو۔ یہ بالکل محال ہے۔ کہ اگر ایسی قوم کے لیئے تمام راہیں بجز اسلام یا موت کے بند کر دی جاتیں۔ اور وہ اپنی غیرت و حمیت سے کام لیکر (جس کا نمونہ ادنے ادنے باتوں پر دیکھا جاتا تھا) جوہر کے جوہر نہ دکھلاتے۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ اگر کسی نے ایسا کیا ہوتا۔ تو یہ سانحہ گیت اور داستان بن کر ملک میں اور ایک تاریخی واقعہ بن کر ہسٹری میں جگہہ نہ پاتا:۔

غرض اس رسم سے راجپوت قوم کی غیرت و حمیت کا اندازہ کرو۔ اور پھر اس لاکھوں کی تعداد پر جو مسلمان راجپوتوں کی ہے نظر ڈالو۔ اور بتلاؤ۔ کہ اگر یہ لوگ خوشی خوشی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ تو کیونکر بزور شمشیر ان سے اسلام قبول کرایا جا سکتا تھا:۔

یہ نظائر ایسے صاف اور روشن ہیں۔ کہ خواہ کیسا ہی ہٹیلا شخص ہو مگر اس کو ہمارا دعوٰے تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر بدقسمتی سے کوئی شخص حد درجہ کی لاثانی ضد اپنی طبیعت میں رکھتا ہے۔ اور ان سب تاریخی واقعات پر بھی اس لیئے یقین کرنا نہیں چاہتا۔ کہ ماضی بعید کا پردہ ان پر گرا ہوا ہے۔ یا یہ کہ شیر اور آدمی کے تصویر کی پھبتی ایسی تاریخوں پر چسپاں ہوتی ہے تو ہم اُس کے لیئے قریب ترین زمانہ کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ علیا ملکہ وکٹوریہ کے روشن زمانہ کی توصیف کرنا خصوصاً اس زمانہ کی کہ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان کا تعلق براہ راست شہنشاہی سے ہو گیا۔ بعینہ آفتاب کے سامنے چراغ جلانا ہے:۔

کسی قوم کو کسی قوم پر۔ اور کسی مرد کو کسی مرد پر۔ مذہب کے لیئے تو کیا۔ ایک پیسہ کے لیئے بھی جبر کرنے کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ بلکہ کل ملک کو آزادی فی المذاہب کے عطا فرمانے سے ہر ایک کے لیئے اپنے اپنے مذہب کو کامل و وسیع بنانے اور ترقی دینے کا پورا پورا حوصلہ دلایا گیا ہے:۔

AsliAhleSunnet.com

یہ ایک امر بین ہے کہ اگر اسلامی ترقی کا ذریعہ صرف تلوار تھی تو اس روشن اور پر انصاف زمانہ میں ضرور اس ترقی کو ملیا میٹ ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن آپ تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر مردم شماری کے نقشہ جات پر ایک گہری نظر ڈالیں۔ اور تناسب کا اندازہ کریں ۱۸۹۱ء کی مردم شماری بنگال سے بخوبی واضح ہے۔ کہ وہاں بحساب اوسط ہر دس ہزار پیچھے ۱۰۷ لوگ غیر اقوام سے مسلمان ہوتے رہے ہیں۔ اور اس حساب سے اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ ساڑھے چھ سو برس میں کل بنگال میں ایک شخص بھی سوا اسلام کے دوسرے مذہب کا نہ رہے گا۔ ۱۸۷۱ء میں مسلمانان بنگال کی تعداد دیگر اقوام سے پانچ لاکھ کم تھی۔ لیکن ۱۸۹۱ء میں انکی تعداد اس کمی کو پورا کرنے کے بعد پندرہ لاکھ اور زیادہ ہو گئی۔ گویا ایک لاکھ سالانہ کی بیشی ہوتی رہی۔ پادری ہیلر صاحب نے تحریر کیا ہے۔ کہ ۱۸۸۱ء و ۱۸۹۱ء کے درمیانی دس برس میں ہندوستان کے مسلمانوں کی آبادی میں جو زیادتی ہوئی ہے وہ قریب بانوے لاکھ چالیس ہزار کے ہے یعنے اگر اس قدرتی بیشی کو جو عموماً پیدائش کی زیادتی سے ہوتی ہے ۲۵ فیصدی کے حساب سے محسوب نہ کریں تب بھی غیر اقوام کے مسلمان ہونے کی تعداد قریب چھ لاکھ سالانہ کے ہوتی ہے :-

اللہ اکبر

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ
وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ
فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا۔

جب خدا کی مدد اور فتح پہنچے۔ اور تو لوگوں کو دین الٰہی میں فوج در فوج ہوتا دیکھے :-

کی زبردست پیشگوئی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ کے سایہ تلے صرف ایک ملک ہندوستان میں نو مسلم لوگوں کی تعداد چھ لاکھ سالانہ بڑھتی رہی ہے :-

میں اس صحیح حساب پر ایک اور خیال پیدا کرتا ہوں۔ ہندوستان میں سب سے پہلا اسلامی بادشاہ قطب الدین ایبک تھا جو ۱۱۰۳ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ فرض کرو ۱۱۰۳ء سے ۱۸۸۱ء تک (کیونکہ ۱۸۸۱ء میں مردم شماری ہو چکی ہے) صرف دس ہزار سالانہ نو مسلم سال بہ سال شامل ہوتے رہے ہیں۔ اور فی ہزار بیس ان میں نسل کی افزونی ہوتی رہی ہے۔ تو ۷۰۰ سال میں ان کی مجموعی تعداد پانچ کروڑ چھ لاکھ چون ہزار تین سو ہونی چاہیئے تھی۔ حالانکہ ۱۸۸۱ء میں مسلمانوں کی تعداد ۴۰۸۸۲۵۳۷ چار کروڑ اٹھ لاکھ بیاسی ہزار پانچ سو سینتیس تھی :-

AsliAhleSunnet.com

اب یہ بھی خیال کرو۔ کہ عرب وایران وغیرہ دیگر ممالک سے آکر ہندوستان میں آباد ہونے والی مسلمان قوموں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ اُس تعداد اور اُن کی افزونی نسل کا جو ساڑھے چھ صدیوں میں ہونی چاہیئے۔ بھی اندازہ لگاؤ:۔

نو مسلم لوگوں کی جو تعداد یعنے دس ہزار سالانہ ہم نے فرض کی ہے۔ وہ ۱۸۷۱ء و ۱۸۸۱ء کی اوسط دہ سالہ کا ساٹھواں حصہ ہے۔ اور افزونی نسل بھی نہایت ہی کم یعنے دو فی صدی رکھی گئی ہے:۔

اگر ہم اسلامی ممالک سے آنے والے مسلم اقوام کی تعداد کو پانچہزار سالانہ کے حساب سے فرض کر لیں اور نو مسلموں کی مفروضہ بالا تعداد کو گھٹا کر نصف یعنے پانچہزار ہی رہنے دیں۔ تب بھی یہی ثابت ہوگا۔ کہ ایبک کے وقت سے ۱۸۷۰ء تک گورنمنٹ کی اوسط دہ سالہ کے مقابلہ میں ایک سو بیسویں حصہ سے بھی کم ہندوستان میں مسلمان ہوتے رہے ہیں۔ جس سے نہایت روشن طریق پر واضح ہو گیا۔ کہ جبر و تشدد کے ساتھ بکثرت مسلمان کرتے رہنے کا تو کیا ذکر ہے۔ بلکہ جس قدر گورنمنٹ برطانیہ کے پرعاطفت زمانہ میں ایک سال کے اندر نو مسلم ہوئے ہیں۔ اس قدر مسلمانوں کی بادشاہی میں ایک سو بیس سال کے اندر ہوا کرتے تھے:۔

اس حساب کے ساتھ ساتھ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہم نے ہندوستان میں نو مسلم اور نو وارد مسلمانوں کی تعداد کو صرف بارھویں صدی عیسوی یعنے ۱۱۰۳ء سے شروع کیا ہے۔ حالانکہ تواریخ سے ثابت ہے کہ ہندوستان کی شمالی مغربی سرحد میں اسلام ساتویں صدی اور جنوبی ہند میں آٹھویں صدی۔ اور مغربی ہند میں نویں صدی عیسوی میں داخل ہوا تھا بدین صورت مفروضہ تعداد پانچہزار کو بھی گھٹا کر چار ہزار رکھنا چاہیئے:۔

ہندوستان جیسے ملک میں مسلمانوں کی ترقی میں گزشتہ صدیوں کے اندر اس قدر رکاوٹ اور سست رفتار کا ہونا بیشک ہر ایک اہل ایمان کے لیئے قابل افسوس اور باعث رنج ہوگا لیکن اس سست اور نہایت دھیمی رفتار پر یہ کہنا۔ کہ ہندوستان میں بھی بزورِ شمشیر اسلام پھیلایا گیا ہے۔ کس قدر لغو بن جاتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ کہ بے اصل باتوں کو بڑی آب و تاب کے ساتھ فروغ دیا جا سکتا ہو:۔

میں اس جگہہ ایک اور حکایت بھی سُنانا چاہتا ہوں۔ ایک سبھا میں ایک لائق لیکچرار نے

AsliAhleSunnet.com

اورنگ زیب کے متعلق ایک اور تاریخی تحقیقات

اورنگ زیب کے مظالم بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ اورنگ زیب سوا من جنیؤ روز تڑوایا کرتا تھا۔ یعنے ایک دن میں اتنے ہندو جبراً مسلمان کیئے جاتے تھے۔ جن کے زناروں کا وزن سوا من ہوتا تھا:۔

اے صاحبان ہم اگر ایک زنار کا بالاوسط وزن ایک تولہ[1] فرض کرلیں تو سوا من کے چار ہزار زنار ہوئے۔ اورنگ زیب نے ۴۹ سال سلطنت کی ہے ان سالوں کے دن بنا کر جب چار ہزار پر ضرب دیجاتی ہے۔ تو چھ کروڑ اکہتر لاکھ اڑتالیس ہزار جواب آتا ہے۔ اور ہم کو نتیجہ یہ ملتا ہے کہ عالمگیر کے عہد میں صرف نومسلم لوگوں کی تعداد پہلے مسلمانوں کی تعداد کو چھوڑ کر اتنی ہو گئی تھی۔ حالانکہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں مسلمانوں کی تعداد اس تعداد کی دو تہائی سے بھی کم تھی کاش کوئی معترض ہم پر اعتراض کرنے کے لیئے ہماری اس تعداد کو اول پورا کردینے کی تدبیر عمل میں لائے:۔

دنیا کے مختلف حصوں پر اسلام

آخر میں اپنے مہربان معترض سے میں یہ بھی سوال کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جن قوموں پر کبھی کسی اسلامی بادشاہ نے لشکر کشی نہیں کی۔ اور جن ملکوں پر کسی اسلامی سلطنت نے سایہ تک نہیں ڈالا:۔

اسلام وہاں کیونکر پہنچا۔ ملایا۔ جاوہ۔ مجمع الجزائر۔ امریکہ۔ برطانیہ۔ افریقہ کے اکثر حصے۔ چین کا سارا ملک غرض اور چھوٹے چھوٹے بہت سے ممالک ہیں جہاں مسلمانوں کی تعداد سینکڑوں سے لیکر کروڑوں تک موجود ہے۔ بایں ہمہ اُن ملکوں نے اسلامی تلوار تو کیا اسلامی اقتدار بھی کبھی نہیں دیکھا۔ بیشک یہ سب کچھ اُسی زبردست مصلحت اور محکم حکم کی وجہ ہے جو آیت ذیل میں ہے:۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۔	خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ وہ اس دین کو سب دینوں کے اوپر ظاہر کرے:۔

اور یہ اسی زبردست پیشگوئی کا مصداق ہے۔ جو اس آیت میں ہے:۔

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ	مسلمانوں کی مثال کھیتی جیسی ہے۔ جسکی باریک سی کونپل زمین سے نکلتی ہے۔ پھر وہ ذرہ مضبوط ہو جاتی ہے پھر موٹی بنجاتی ہے

[1] ایک زنار کا ایک تولہ وزن زیادہ ہوسکتا ہے ۱۲۔

AsliAhleSunnet.com

یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ ۔ | اور اپنی جڑ پر کھڑی ہو جاتی ہے کھیتی کرنیوالیکو وہ اچھی لگتی ہے :-

یاد رکھو کہ اسلامی اشاعت کے صرف دو ذریعہ رہے ہیں :-

(۱) علماء کا وعظ اور اولیاء کا فیضان صحبت :-

(۲) تجارت پیشہ لوگوں کی تبلیغ :-

بیشک یہی سادہ ذریعے وافر بے اسلام کی اشاعت کا باعث رہے ہیں۔ اور بس۔ واعظین میں سے ایک کامیاب نظیر اٹھارویں صدی کے آخیر کی ہے۔ ایک درویش منصور نامی نے کوہ قاف کی قوموں میں اسلام پھیلایا۔ سرکیشیا قوم کو کلمہ پڑھوایا چنانچہ ۱۸۶۴ء میں پچاس لاکھ سرکیشی مسلمان ہجرت کرکے سلطنت عثمانیہ میں چلے آئے تھے :-

رہی تجارت اس نے گویا ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں اپنا فیض پہنچایا ہے مسلمان تاجر جہاں گئے، وہاں صرف مال تجارت ہی نہیں پہونچایا بلکہ دین حقہ بھی :-

معلوم ہوتا ہے۔ کہ

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ ۔ الآیۃ | خدا نے ایمان والوں کی جانوں کو خرید لیا ہے :-

کا صحیح مصداق اُن ہی نے سمجھا تھا۔ اور اس لیئے بیع و شرائے صوری کے ساتھ یہ معنوی خرید و فروخت بھی جاری کر رکھی تھی :-

اے بزرگواران ملت میری اس قدر سمع خراشی سے یہ بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اشاعت اسلام کا ذریعہ تلوار نہ تھی۔ اور اسلام کی روحانی طاقت کبھی سلطنت یا حکومت کی تائید کی احتیاج نہ رکھتی تھی۔ بلکہ اسلام کی روحانی طاقت نے دنیاوی شان و شوکت کی فقدان کی حالت میں اپنے ربانی جلال کو روشن تر دکھلایا ہے اور اسلام کی اشاعت کرنے والوں نے اپنے معمولی کاروبار دنیوی میں مشغول رہکر بھی مسلمانوں کی تعداد میں بیّن و نمایاں اضافے کیئے ہیں۔ میں اپنے اخوان الصفا اور بزرگان ملت سے یہ دریافت کرتا ہوں۔ کہ پھر ہم میں سے ہر ایک کو کیوں۔ اُن اسباب پر غور نہ کرنا چاہیئے۔ جن پر ہمارے متقدمین صدیوں تک کاربند رہ کر کامیاب ہوتے رہے ہیں :-

عیسائیوں میں ترویج دین کے ذمہ وار پادری لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام میں ہر مسلمان اس فرض لازم کا زیر بار ہے۔ اس لیئے ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ مندرجہ ذیل اصول پر غور

ؔ دعوت اسلام مصنفہ پروفیسر آرنولڈ صاحب :-

AsliAhleSunnet.com

اور عمل کرنے میں لگا رہے :-

اول سب سے زیادہ ضروری مسئلہ تعلیم کا ہے۔ اگر میں اس پر مفصل گفتگو کروں۔ تو یہ بجائے خود ایک مستقل اور وسیع مضمون ہے۔ مگر میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ فہرست تعلیمی میں زیادہ تر دو مقاصد ملحوظ رکھنے چاہئیں :-

(۱) طالب علم کی حالت معاش اُس سے درست ہوتی ہو :-

(۲) قوم اور دین کی ضروریات اس تعلیم سے پورے ہوتے ہوں :-

سلسلہ تعلیم میں جو فن یا جو کتاب ان ہر دو مقاصد کو پورا نہ کر سکتی ہو۔ اُسے بدل دینا چاہیئے۔ ہر ایک طالب علم کو ایک بار آور درخت سمجھو۔ جو اپنے مالک کو پھل دیتا اور سب کو سایہ کا آرام بخشتا ہے۔ ہماری تعلیم گاہ کے طالب علم بھی ایسے ہی ہونے چاہییں۔ جو اپنی قوم کو بھی اپنے علم و فنون سے متمتع کرتے رہیں اور غیر اقوام پر بھی اپنا سایہ ڈال سکیں ایسے مقاصد کی تکمیل کے لیئے تعلیم کے علاوہ تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ جن کی تربیت خلق محمدی (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مطابق ہوگی وہ ضرور بہ صفت موصوف ہونگے :-

دوم۔ تعلیم کے بعد دوسرا مسئلہ اخوت فی الدین کا ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ اسلام نے اُن تمام اختلافات کو جو ملک و قوم رنگ و زبان کے جدا جدا ہونے سے بنی آدم میں پیدا ہو گئے ہیں یک قلم اُٹھا کر سب کو ایک ہی حبل المتین سے وابستہ کر دیا ہے۔ اور

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔	اللہ کا چڑھایا ہوا رنگ اور اللہ سے بڑھ کر کون اچھا رنگ چڑھا سکتا ہے۔

کے ایک ہی خم سے سب کو رنگین بنایا ہے :-

اس لیئے ہمارا بھی یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ اتحاد و اتفاق کی جامع صورتوں اور محکم اصولوں کو اپنا دستور العمل بنا کر اخوت فی الدین کا پاک نمونہ دنیا کو دکھلائیں :-

سوم اس کے بعد مسئلہ تجارت ہے۔ مشرق سے مغرب تک اسلام کی وسعت اہل اسلام کی تجارت سے ہوئی ہے۔ اور دنیا کے اس سرے سے لے کر اُس سرے تک صرف تجارت کے طفیل ہی یورپ کی قومیں جہان کی مالک بن گئی ہیں :-

یہ دونوں نظیریں بتلا رہی ہیں۔ کہ تجارت میں کس قدر دینی و دنیوی فوائد ہیں۔

پس میرے نزدیک جہانتک مسلمانوں سے ہو سکے اپنے روپیہ کو تجارت میں لگائیں۔ اور قوم کے

AsliAhleSunnet.com

بچوں کو اس فن شریف کی جانب متوجہ کرنا برکات دارین کا موجب ہے :-

اب میں دعا پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور دعا سے پہلے سامعین کا شکریہ جنہوں نے میرے خیالات پریشان کو ایسی بردباری سے سنتے رہنا گوارا فرمایا :-

اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا
وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَاھْدِنَا
سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَی النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ
مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِکْ
لَنَا فِیْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا
وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا
وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِیْمُ وَاجْعَلْنَا شَاکِرِیْنَ
لِنِعْمَتِکَ مُثْنِیْنَ بِھَا قَابِلِیْھَا
وَاَتِمَّھَا عَلَیْنَا ؕ

الٰہی ہمارے دلوں میں الفت ڈالدے۔ اور ہمارے باہمی معاملات میں صلاحیت بھر دے۔ ہم کو سلامتی کے راہوں پر لیئے چل۔ اور ہم کو اندھیروں سے نکال کر نور میں رہنے دے۔ الٰہی تمام اندرونی اور بیرونی برائیوں سے ہم کو بچا۔ الٰہی ہمارے دل آنکھ کان پر اپنی برکت نازل کر ہمارے اہل وعیال کو ہمارے لیئے مبارک بنا ہماری توبہ قبول فرما۔ بیشک توبہ کا قبول کنندہ صرف تو ہے۔ الٰہی اپنی نعمت کے ساتھ ہم کو شکر وثنا کے ادا کرنے کی توفیق بھی دے :-

ہمارے میں تیری نعمت کے قبول کرنے کی قابلیت رہے اور تو اپنے انعام و اکرام کو ہمارے لیئے تمام فرماتا رہے :-

آمین یارب العالمین :-

قاضی محمد سلیمان منصورپوری

ریاست پٹیالہ

تمت

AsliAhleSunnet.com